ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۃ البقرۃ (مسلسل)

آیت ۲۷۱

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾﴾

خ ف ی

خَفِیَ (س) خُفْیَةً : پوشیدہ ہونا' چھپا ہوا ہونا۔ ﴿وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ (ابراھیم:۳۸) ''اور پوشیدہ نہیں ہوتی اللہ پر (یعنی اللہ سے) کوئی بھی چیز۔''

خَافٍ (اسم الفاعل): پوشیدہ ہونے والا۔ ﴿لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ ﴿۱۸﴾﴾ (الحاقۃ) ''پوشیدہ نہیں ہو گی تم سے کوئی پوشیدہ ہونے والی (جان)۔''

اَخْفٰی (افعل التفضیل) : زیادہ پوشیدہ۔ ﴿فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ﴿۷﴾﴾ (طٰهٰ) ''تو وہ جانتا ہے بھید کو اور زیادہ پوشیدہ کو۔''

خَفِیٌّ (فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت) : پوشیدہ۔ ﴿اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾﴾ (مریم) ''اور جب اس نے پکارا اپنے ربّ کو ایک پوشیدہ پکار سے۔''

اَخْفٰی (افعال) اِخْفَاءً: پوشیدہ کرنا' چھپانا۔ ﴿وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَیْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ ؕ﴾

(الممتحنة:۱) ''اور مَیں جانتا ہوں اس کو جو تم لوگ چھپاتے ہو اور اس کو جو تم لوگ اعلان کرتے ہو۔''

اِسْتَخْفٰی (استفعال) اِسْتِخْفَاءً : پوشیدگی چاہنا' یعنی چھپنا۔ ﴿يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ﴾ (النساء:۱۰۸) ''وہ لوگ چھپتے ہیں انسانوں سے اور نہیں چھپتے اللہ سے۔''

مُسْتَخْفٍ (اسم الفاعل) : چھپنے والا۔ ﴿وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ﴾ (الرعد:۱۰) ''اور وہ جو چھپنے والا ہے رات میں۔''

ترکیب: ''تُؤْتُوْا'' کا مفعول اوّل ''هَا'' کی ضمیر ہے جو ''اَلصَّدَقٰتِ'' کے لیے ہے اور ''اَلْفُقَرَاءَ'' مفعول ثانی ہے۔ ''يُكَفِّرُ'' کا فاعل اس میں ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کو ''اَلصَّدَقٰتِ'' کے لیے ماننا ممکن نہیں ہے' کیونکہ ایسی صورت میں فعل ''تُكَفِّرُ'' آتا ہے۔

ترجمہ:

اِنْ : اگر	تُبْدُوا : تم لوگ ظاہر کرو
الصَّدَقٰتِ : صدقات کو	فَنِعِمَّا : تو کیا ہی اچھا ہے
هِيَ : وہ	وَاِنْ : اور اگر
تُخْفُوْهَا : تم لوگ چھپاؤ اس کو	وَتُؤْتُوْهَا : اور پہنچاؤ اسے
الْفُقَرَآءَ : حاجت مندوں کو	فَهُوَ : تو وہ (بھی)
خَيْرٌ : بہتر ہے	لَّكُمْ : تم لوگوں کے لیے
وَيُكَفِّرُ : اور وہ دور کرے گا	عَنْكُمْ : تم سے
مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ : تمہاری برائیوں کو	وَاللّٰهُ : اور اللہ
بِمَا : اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ : تم لوگ کرتے ہو
خَبِيْرٌ : آگاہ ہے	

نوٹ (۱) : فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کو اعلانیہ دینا افضل ہے۔ اس کے علاوہ جو صدقات و خیرات ہیں ان کو چھپانا زیادہ بہتر ہے۔ یہی اصول تمام اعمال کے لیے ہے کہ فرائض کو اعلانیہ انجام دینا فضیلت رکھتا ہے اور نوافل کو چھپا کر کرنا افضل ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ۲۷۲

﴿لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰىھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾﴾

ترکیب: ''لَیْسَ'' کا اسم ''ھُدٰىھُمْ'' ہے۔اس کی خبر محذوف ہے جو کہ ''لِزَامًا'' ہو سکتی ہے۔''عَلَیْکَ'' قائم مقام خبر ہے۔''لٰکِنَّ'' کا اسم ''اللّٰہَ'' ہے اس لیے منصوب ہے اور جملۂ فعلیہ ''یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ'' اس کی خبر ہے۔''وَمَا تُنْفِقُوْا'' کا ''مَا'' شرطیہ ہے' اس لیے ''تُنْفِقُوْا'' کا نونِ اعرابی گرا ہوا ہے۔''فَلِاَنْفُسِکُمْ'' جملہ اسمیہ جوابِ شرط ہے۔اس کا مبتدأ ''ھُوَ'' بھی محذوف ہے اور خبر بھی محذوف ہے جو ''وَاجِبٌ'' یا ''ثَابِتٌ'' ہو سکتی ہے۔''لِاَنْفُسِکُمْ'' قائم مقام خبر ہے۔''وَمَا تُنْفِقُوْنَ'' کا ''مَا'' نافیہ ہے اس لیے ''تُنْفِقُوْنَ'' کا نون نہیں گرا۔''اِبْتِغَاءَ'' حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔''یُوَفَّ'' دراصل باب تفعیل کا مضارع مجہول ''یُوَفّٰی'' ہے' لیکن جوابِ شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا تو ''ی'' گر گئی۔

ترجمہ:

لَیْسَ: نہیں ہے (لازم)
عَلَیْکَ: تجھ پر
ھُدٰىھُمْ: ان کی ہدایت
وَلٰکِنَّ: اور لیکن (یعنی بلکہ)
اللّٰہَ: اللہ
یَھْدِیْ: ہدایت دیتا ہے
مَنْ: اس کو جس کو
یَّشَآءُ: وہ چاہتا ہے
وَمَا: اور جو بھی
تُنْفِقُوْا: تم لوگ خرچ کرتے ہو
مِنْ خَیْرٍ: کسی قسم کی کوئی بھلائی
فَلِاَنْفُسِکُمْ: تو وہ تمہارے اپنے آپ کے لیے ہے
وَمَا تُنْفِقُوْنَ: اور تم لوگ خرچ نہیں کرتے
اِلَّا: مگر
ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ: اللہ کی خوشنودی کی جستجو کرتے ہوئے
وَمَا: اور جو بھی
تُنْفِقُوْا: تم لوگ خرچ کرتے ہو
مِنْ خَیْرٍ: کسی قسم کی کوئی بھلائی

يُّوَفَّ :تو پورا حق دیا جائے گا | اِلَيْكُمْ :تم لوگوں کی طرف
وَاَنْتُمْ :اور تم لوگوں پر | لَا تُظْلَمُوْنَ :ظلم نہیں کیا جائے گا
(یعنی حق تلفی نہیں ہوگی)

نوٹ (۱): ابتدا میں مسلمانوں کا خیال تھا کہ صرف مسلمان حاجت مندوں کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس آیت میں ان کی یہ غلط فہمی دور کی گئی ہے کہ لوگوں سے ہدایت قبول کرانا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ تم لوگوں تک ہدایت پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ اب کسی کی مدد کرنے میں اس وجہ سے تأمل نہ کرو کہ اس نے ہدایت قبول نہیں کی۔ اللہ کی رضا کے لیے جس انسان کی بھی مدد کرو گے اس کا اجر اللہ تمہیں دے گا۔ (تفہیم القرآن)

یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ یہاں انفاق سے مراد نفلی انفاق ہے جسے ذمی کافر کو دینا بھی جائز ہے' لیکن حربی کافر کو کسی قسم کا انفاق کرنا جائز نہیں ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ (۲) : اس آیت میں لفظ ''خَيْر'' کا ترجمہ عام طور پر ''مال'' کیا گیا ہے' لیکن ''مِنْ'' تبعیضیہ کی وجہ سے بہتر ہے کہ اسے عام رکھا جائے۔ اسی لیے ہم نے ''کسی قسم کی کوئی بھلائی'' ترجمہ کرنے کو ترجیح دی ہے۔ اس سے یہ راہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ اگر مال خرچ کرنے کی استطاعت نہیں ہے' لیکن کسی انسان کی مدد کرنے کے لیے اگر تم اپنا علم' تجربہ اور مشورہ وغیرہ بروئے کار لاتے ہو یا صرف کسی کا دکھ ہی سن لیتے ہو تو یہ سب کچھ ''مِنْ خَيْرٍ'' میں شامل ہے' اور اگر یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کی غرض سے کیا جائے تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے جس کا پورا پورا اجر ملے گا۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ social fibre (یعنی معاشرتی بندھن) کو مضبوط کرنے میں مالی انفاق کی نسبت غیر مالی انفاق زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس غیر مالی انفاق میں اگر ذمی کافر کو شامل کیا جائے تو یہ اسلام کی زیادہ مؤثر تبلیغ بھی ہوگی۔

آیت ۲۷۳

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

ع ف ف

عَفَّ (ض) عِفَّةً :ہر ناپسندیدہ بات اور کام سے محفوظ ہونا' پاک دامن ہونا۔

تَعَفَّفَ (تفعّل) تَعَفُّفًا : ناپسندیدہ چیزوں سے خود کو روکنا' جھجکنا' خود دار ہونا۔ آیت زیر مطالعہ۔

اِسْتَعَفَّ (استفعال) اِسْتِعْفَافًا : ناپسندیدہ چیزوں سے بچاؤ چاہنا' بچنا' باز رہنا۔ ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ﴾ (النساء:٦) ''اور جو غنی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ باز رہے۔''

ل ح ف

لَحَفَ (ف) لَحْفًا : کسی چیز کو کپڑے سے ڈھکنا۔

اَلْحَفَ (افعال) اِلْحَافًا : کسی پر چھا جانا' لپٹنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب : ''لِلْفُقَرَاءِ'' سے پہلے اس کا مبتدأ محذوف ہے جو کہ ''اَلْاِنْفَاق'' یا ''تِلْكَ الصَّدَقٰتُ'' ہوسکتا ہے۔ اس کی خبر بھی محذوف ہے۔ ''لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ'' کا فاعل اس میں ''هُمْ'' کی ضمیر ہے جو ''اَلَّذِيْنَ'' کے لیے ہے۔ ''ضَرْبًا'' مفعول ہے۔ ''يَحْسَبُ'' کا فاعل ''اَلْجَاهِلُ'' ہے اور اس پر لامِ جنس ہے۔ اس کا مفعول اول ''هُمْ'' کی ضمیر ہے جو ''اَلَّذِيْنَ'' کے لیے ہے اور ''اَغْنِيَاءَ'' مفعول ثانی ہے۔ ''مِنَ التَّعَفُّفِ'' کا ''مِنْ'' سببیہ ہے۔ ''اِلْحَافًا'' حال ہے۔

ترجمہ:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ : یہ ایسے حاجت مندوں کے لیے ہے جو	اُحْصِرُوْا : روک دیے گئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : اللہ کی راہ میں	لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ : جو صلاحیت نہیں رکھتے
ضَرْبًا : سفر کرنے کی	فِي الْاَرْضِ : زمین میں
يَحْسَبُهُمُ : گمان کرتے ہیں جن کو	الْجَاهِلُ : ناواقف لوگ
اَغْنِيَآءَ : خوش حال	مِنَ التَّعَفُّفِ : خوددار ہونے کے سبب سے
تَعْرِفُهُمْ : تو پہچانے گا جن کو	بِسِيْمٰهُمْ : ان کی علامت سے
لَا يَسْئَلُوْنَ : وہ لوگ نہیں مانگتے	النَّاسَ : لوگوں سے
اِلْحَافًا : لپٹتے ہوئے	وَمَا : اور جو بھی
تُنْفِقُوْا : تم لوگ خرچ کرتے ہو	مِنْ خَيْرٍ : کسی قسم کی بھلائی
فَاِنَّ اللّٰهَ : تو یقیناً اللہ	بِهٖ عَلِيْمٌ : اس کو جاننے والا ہے

آیت ۲۷۴

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾﴾

ترجمہ:

اَلَّذِيْنَ : جولوگ
يُنْفِقُوْنَ : خرچ کرتے ہیں
اَمْوَالَهُمْ : اپنے مال
بِالَّيْلِ : رات میں
وَالنَّهَارِ : اوردن میں
سِرًّا : چھپاتے ہوئے
وَّعَلَانِيَةً : اورظاہر کرتے ہوئے
فَلَهُمْ : توان کے لیے ہے
اَجْرُهُمْ : ان کا اجر
عِنْدَ رَبِّهِمْ : ان کے ربّ کے پاس
وَلَا خَوْفٌ : اورکوئی خوف نہیں ہے
عَلَيْهِمْ : ان پر
وَلَا هُمْ : اورنہ ہی وہ لوگ
يَحْزَنُوْنَ : پچھتاتے ہیں

آیت ۲۷۵

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾﴾

خ ب ط

خَبَطَ (ض) خَبْطًا : کسی چیز کوروندنا' کچلنا۔

تَخَبَّطَ (تفعّل) تَخَبُّطًا : کسی چیز کوروندکرغیرمتوازن کردینا' دیوانہ بنادینا۔ آیت زیرمطالعہ۔

س ل ف

سَلَفَ (ن) سَلْفًا : آگے بڑھنا' پہلے گزرنا۔ آیت زیرمطالعہ۔

سَلَفٌ (اسم ذات) : گزری ہوئی چیز۔ ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾﴾

(الزخرف) ''تو ہم نے بنایا ان کو ایک گزری ہوئی چیز اور ایک مثال بعد والوں کے لیے۔''

اَسْلَفَ (افعال) **اِسْلَافًا** : آگے کرنا' آگے بھیجنا۔ ﴿**هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ**﴾ (یونس: ۳۰) ''وہاں جانچ لے گی ہر جان اس کو جو اُس نے آگے بھیجا۔''

ع و د

عَادَ (ن) **عَوْدًا** : کوئی کام شروع کرنے کے بعد اس کی ابتدا کی طرف دوبارہ لوٹنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے: (۱) کوئی کام دوبارہ یا پھر سے کرنا۔ (۲) کسی کی طرف واپس ہونا۔ (۳) پہلی حالت پر لوٹنا' دوبارہ ہو جانا۔ ﴿**رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ**﴾ (المؤمنون) ''اے ہمارے ربّ! تو نکال ہم کو اس سے' پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔'' ﴿**لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا**﴾ (ابرٰھیم: ۱۳) ''ہم لازماً نکالیں گے تم لوگوں کو اپنی سرزمین سے یا تم لوگ لازماً واپس ہو گے ہمارے مذہب میں۔'' ﴿**وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ**﴾ (یٰسٓ) ''اور چاند! ہم نے مقرر کیا اس کو منزلوں کے لحاظ سے یہاں تک کہ وہ پھر سے ہو جائے پرانی ٹہنی کی مانند۔''

عَائِدٌ (اسم الفاعل) : دوبارہ کرنے والا' واپس ہونے والا۔ ﴿**اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ**﴾ (الدُّخان) ''بے شک ہم کھولنے والے ہیں عذاب کو تھوڑا سا' بے شک تم لوگ دوبارہ کرنے والے ہو۔''

مَعَادٌ (**مَفْعَلٌ** کے وزن پر اسم الظرف) : لوٹنے یا واپس ہونے کی جگہ۔ ﴿**اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ**﴾ (القصص: ۸۵) ''بے شک جس نے فرض کیا آپؐ پر قرآن' وہ ضرور لوٹانے والا ہے آپؐ کو واپس ہونے کی جگہ کی طرف۔''

عِيْدٌ : خوشی کا ایسا دن جو ہر سال لوٹ آئے' عید۔ ﴿**رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا**﴾ (المائدۃ: ۱۱٤) ''اے ہمارے ربّ! تو اُتار ہم پر ایک خوان آسمان سے' ہو جائے ہمارے لیے ایک عید۔''

عَادٌ : حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ ﴿**وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا**﴾ (الاعراف: ٦٥) ''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ھودؑ کو۔''

اَعَادَ (افعال) **اِعَادَةً** : (۱) واپس لے جانا' (۲) واپس لانا' (۳) لوٹانا۔ ﴿**مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ**﴾ (طٰہٰ: ۵۵) ''اس سے (یعنی زمین سے) ہم نے پیدا کیا تم کو اور اس میں ہم

واپس لے جائیں گے تم کو۔'' ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا﴾ (بنی اسراء یل:۵۱) ''تو وہ لوگ عنقریب کہیں گے کون دوبارہ لائے گا ہم کو۔'' ﴿وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى﴾ (طٰہٰ) ''اور آپ خوف مت کریں۔ ہم عنقریب لوٹا دیں گے اس کو اس کی پہلی حالت پر۔''

ترکیب : ''مَوْعِظَةٌ'' مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل ''جَاءَ'' مذکر کے صیغے میں بھی درست ہے۔ ''مَنْ عَادَ'' کا ''مَنْ'' شرطیہ ہے اس لیے ''عَادَ'' کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ:

الَّذِيْنَ : جولوگ	يَاْكُلُوْنَ : کھاتے ہیں
الرِّبٰوا : سود	لَا يَقُوْمُوْنَ : وہ لوگ نہیں کھڑے ہوں گے
اِلَّا : مگر	كَمَا : اس طرح جیسے
يَقُوْمُ الَّذِيْ : کھڑا ہوتا ہے وہ	يَتَخَبَّطُهُ : خبطی کر دیتا ہے جس کو
الشَّيْطٰنُ : شیطان	مِنَ الْمَسِّ : چھوکر
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ : یہ اس سبب سے کہ انہوں نے	قَالُوْآ : کہا
اِنَّمَا : کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	الْبَيْعُ : خرید وفروخت کرنا
مِثْلُ الرِّبٰوا : سود کی مانند ہے	وَاَحَلَّ : حالانکہ حلال کیا
اللّٰهُ : اللہ نے	الْبَيْعَ : خرید وفروخت کرنے کو
وَحَرَّمَ : اور اس نے حرام کیا	الرِّبٰوا : سود کو
فَمَنْ جَآءَهٗ : پس وہ آئی جس کے پاس	مَوْعِظَةٌ : کوئی نصیحت
مِّنْ رَّبِّهٖ : اس کے ربّ (کی طرف) سے	فَانْتَهٰى : پھر وہ باز آیا
فَلَهٗ : تو اس کے لیے ہے	مَا : وہ جو
سَلَفَ : گزر گیا	وَاَمْرُهٗ : اور اس کا حکم (یعنی فیصلہ)
اِلَى اللّٰهِ : اللہ کی طرف ہے	وَمَنْ : اور وہ جس نے
عَادَ : دوبارہ کیا	فَاُولٰٓئِكَ : تو وہ لوگ
اَصْحٰبُ النَّارِ : آگ والے ہیں	هُمْ : وہ لوگ
فِيْهَا : اس میں	خٰلِدُوْنَ : ہمیشہ رہنے والے ہیں

آیت ۲۷۶

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾

م ح ق

مَحَقَ (ف) مَحْقًا: گھٹانا' برکت ختم کر دینا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترجمہ:

يَمْحَقُ: گھٹاتا ہے
اللّٰهُ: اللہ
الرِّبٰوا: سود کو
وَيُرْبِي: اور وہ بڑھاتا ہے
الصَّدَقٰتِ: صدقات کو
وَاللّٰهُ: اور اللہ
لَا يُحِبُّ: پسند نہیں کرتا
كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ: کسی گنہگار ناشکرے کو

آیت ۲۷۷

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

ترکیب: ''اٰتَوُا'' دراصل ''اٰتَوْا'' ہے۔ آگے ملانے کے لیے واؤ کو ضمہ دی گئی ہے۔ دیکھیں البقرۃ: ۱۱۰۔ نوٹ: ۱۔

ترجمہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ: بے شک جو لوگ
اٰمَنُوْا: ایمان لائے
وَعَمِلُوْا: اور انہوں نے عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ: نیک
وَاَقَامُوا: اور قائم کی
الصَّلٰوةَ: نماز
وَاٰتَوُا: اور پہنچائی
الزَّكٰوةَ: زکوٰۃ
لَهُمْ: (تو) ان کے لیے ہے
اَجْرُهُمْ: ان کا اجر
عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کے رب کے پاس
وَلَا خَوْفٌ: اور کوئی خوف نہیں ہے
عَلَيْهِمْ: ان پر
وَلَا هُمْ: اور نہ ہی وہ لوگ
يَحْزَنُوْنَ: پچھتاتے ہیں

آیت ۲۷۸

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾

ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ : اے لوگو! جو	اٰمَنُوا : ایمان لائے
اتَّقُوا : تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اللّٰهَ : اللہ کا
وَ : اور	ذَرُوْا : تم لوگ چھوڑ دو
مَا : اس کو جو	بَقِیَ : باقی بچا
مِنَ الرِّبٰوا : سود میں سے	اِنْ کُنْتُمْ : اگر تم لوگ
مُّؤْمِنِیْنَ : مؤمن ہو	

آیت ۲۷۹

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾

ح ر ب

حَرَبَ (ن) حَرْبًا : کسی کی کوئی چیز لوٹ لینا' حاصل کر لینا۔

حَرِبَ (س) حَرَبًا : سخت غضب ناک ہونا۔

حَرْبٌ (اسم فعل) : لڑائی' جنگ (یعنی انتہائی غضب کی حالت میں دوسرے کا سب کچھ یہاں تک کہ زندگی بھی چھین لینے کا عمل)۔ آیت زیر مطالعہ۔

مِحْرَابٌ ج مَحَارِیْبُ (مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم آلہ) : کسی سے کچھ حاصل کرنے کا ذریعہ یا کنجی۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں آتا ہے: (۱) آرام وسکون حاصل کرنے کے لیے مکان میں داخل ہونے کا ذریعہ' مکان کی محراب' دروازہ' کھڑکی۔ (۲) اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے اس سے ہم کلامی کا ذریعہ' مسجد کی محراب۔ ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ (صٓ) ''جب انہوں نے پھلانگا دروازے کو۔'' ﴿وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی

﴿الْمِحْرَابِ﴾ (آل عمران:٣٩) ''اور وہ کھڑا تھا اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا محراب میں۔'' ﴿يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ﴾ (سبا:١٣) ''وہ لوگ عمل کرتے (یعنی بناتے) اس کے لیے جو وہ چاہتا محرابوں میں سے۔''

حَارَبَ (مفاعلہ) مُحَارَبَةٌ: لڑائی کرنا' جنگ کرنا۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (المائدۃ:٣٣) ''جو لوگ لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے۔''

ترکیب: ''فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا'' کے بعد ''هٰذَا'' یا ''ذٰلِكَ'' محذوف ہے جو گزشتہ آیت میں ''ذَرُوْا'' کی طرف اشارہ ہے۔ فعل امر ''اِيْذَنْ'' میں ''ی'' دراصل فا کلمہ کے ہمزہ کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اسے جب ماقبل سے ملا کر پڑھتے ہیں تو فا کلمہ کا ہمزۂ اصلی واپس آ جاتا ہے اور ماقبل سے ملا کر پڑھا جاتا ہے' جبکہ فعل امر کا ہمزۃ الوصل صامت (silent) ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو لکھنے میں بھی گرا دیتے ہیں۔ اس قاعدہ کے تحت ''ف ا أ ذ ن= فَائْذَنْ'' بھی درست ہے اور ''فَأْذَنْ'' بھی درست ہے۔ اس آیت میں ہمزۃ الوصل گرا کر ''فَأْذَنْ'' کا جمع مذکر کا صیغہ ''فَأْذَنُوْا'' استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا: پس اگر تم لوگ نہیں کرتے (اس کو)	فَأْذَنُوْا: تو تم لوگ سن لو
بِحَرْبٍ: ایک جنگ (کی خبر)	مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: اللہ اور اس کے رسول (کی طرف) سے
وَاِنْ تُبْتُمْ: اور اگر تم لوگ توبہ کرتے ہو	فَلَكُمْ: تو تمہارے لیے ہیں
رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ: تمہارے مالوں کے سر (یعنی زرِ اصلی)	لَا تَظْلِمُوْنَ: تم لوگ ظلم نہیں کرو گے
وَلَا تُظْلَمُوْنَ: اور نہ تم لوگوں پر ظلم کیا جائے گا	

آیت ٢٨٠

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۲۸۰﴾

ترکیب :"اِنْ" حرفِ شرط "كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ" شرط اور "فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ" جوابِ شرط ہے۔ اس میں "كَانَ" تامّہ ہے اور "ذُوْ عُسْرَةٍ" اس کا فاعل ہے اس لیے "ذُوْ" مرفوع ہے۔ "خَيْرٌ" افعل التفضیل ہے اور خبر ہے۔ اس کا مبتدأ "فَهُوَ" محذوف ہے۔

ترجمہ:

وَاِنْ :اور اگر — كَانَ :وہ ہو

ذُوْ عُسْرَةٍ :تنگی والا — فَنَظِرَةٌ :تو مہلت ہے

اِلٰى مَيْسَرَةٍ :کشادگی تک — وَاَنْ :اور یہ کہ

تَصَدَّقُوْا :تم لوگ اپنا حق چھوڑ دو — خَيْرٌ :(تو یہ) زیادہ بہتر ہے

لَكُمْ :تمہارے لیے — اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تم لوگ جانتے ہو

آیت ۲۸۱

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴿۲۸۱﴾﴾

ترکیب : "وَاتَّقُوْا" کا فاعل اس میں "اَنْتُمْ" کی ضمیر ہے جبکہ "يَوْمًا" اس کا مفعول ہے اور نکرہ مخصوصہ ہے۔ آگے اس کی خصوصیت ہے۔ "تُوَفّٰى" بابِ تفعیل میں مضارع مجہول کا واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ "كُلُّ نَفْسٍ" اس کا نائب فاعل ہے اس لیے "كُلُّ" مرفوع ہے۔

ترجمہ:

وَاتَّقُوْا :اور تم لوگ بچو — يَوْمًا :ایک ایسے دن سے

تُرْجَعُوْنَ :تم لوگ لوٹائے جاؤ گے — فِيْهِ :جس میں

اِلَى اللّٰهِ :اللہ کی طرف — ثُمَّ تُوَفّٰى :پھر پورا پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ :ہر ایک جان کو — مَّا :وہ جو

كَسَبَتْ :اس نے کمایا — وَ :اس حال میں کہ

هُمْ: ان پر لَا يُظْلَمُوْنَ: ظلم نہیں کیا جائے گا
(یعنی حق تلفی نہیں ہو گی)

نوٹ (۱) : سود کے حق میں دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جیسے سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ میں دشمن کے خلاف قوت جمع کرنے کے لیے گھوڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے' لیکن زمانے کی ترقی کے ساتھ اب ہم گھوڑوں کے بجائے ٹینک رکھتے ہیں لہٰذا اس سے مذکورہ آیت کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی' اسی طرح سود سے متعلق مذکورہ بالا آیات میں بھی اُس زمانے کے سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا' لہٰذا اب زمانے کی ترقی کے ساتھ بینک کے تجارتی سود پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ تو جس طرح اُمت کے فوجی استحکام کے لیے ٹینک کا استعمال ضروری ہے اسی طرح اُمت کے معاشی استحکام کے لیے بینک کے تجارتی سود کا استعمال ضروری ہے۔

اس دلیل میں جو منطقی کجی ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ وہ ازخود عیاں ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ سورۃ الانفال کی مذکورہ آیت میں دشمن کے خلاف قوت جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب جس زمانے میں اس قوت کی جو بھی شکل ہو گی اسی شکل میں اسے جمع کرنے سے اس آیت کے حکم پر عمل ہو گا۔ جبکہ سود سے متعلق مذکورہ آیات میں ہمیں سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب جس زمانے میں سود کی جو بھی شکل ہو گی اس کی ہر شکل کو چھوڑ کر ہی ان آیات کے حکم پر عمل ہو گا۔

کہا جاتا ہے کہ اُس زمانے میں غرباء کو ان کی ضروریات کے لیے سود پر قرض دینے کا رواج تھا جس کی وجہ سے غریب لوگ قرضوں اور سود در سود کے بوجھ تلے دبتے چلے جاتے تھے' جو کہ صریحاً ظلم تھا۔ ہمیں اُس سود کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے' جبکہ آج کل بینک کا تجارتی سود وہ سود نہیں ہے' کیونکہ ان قرضوں سے تاجر اور صنعت کار منافع کماتے ہیں اور اس میں سے سود دیتے ہیں' اس لیے مذکورہ حکم کا اطلاق تجارتی قرضوں پر نہیں ہوتا۔

یہ بات اُس وقت کے عرب معاشرے سے ناواقفیت کی وجہ سے کہی جاتی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے اور تسلیم کرتی ہے کہ اُس وقت پورے عرب معاشرے میں قبائلی نظام رائج تھا اور ان کی معاش کا انحصار زراعت سے زیادہ تجارت پر تھا۔ قبائلی نظام کی ایک بہت اہم خصوصیت ہے کہ کسی قبیلے کا کوئی فرد اگر کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتا ہے تو پورا قبیلہ اسے مشکل سے نکالنے کے لیے اس کی مدد کرتا ہے۔ وہ اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے سود پر قرضہ دے کر اس کا نام AID (مدد) نہیں رکھتا۔ یہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اس لیے یہ

کہنا خلافِ واقعہ ہے کہ اس زمانے میں غیر تجارتی قرضوں اور سود کا رواج تھا۔ اگر کبھی کوئی غریب کسی یہودی کے چنگل میں پھنس بھی جاتا تھا تو وہ استثناء شمار ہوگا' اسے رواج کہنا غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تجارت پیشہ لوگ تھے اور اُس زمانے میں بھی تجارتی قرضوں اور سود کا ہی رواج تھا جسے حرام قرار دیا گیا۔

تجارتی قرضوں پر بھی سود کی ممانعت کی جو بنیادی وجہ ہے اس کو سمجھ کر ذہن نشین کر لیں۔ ایک تاجر کسی سرمایہ دار سے سود پر تجارتی قرض لیتا ہے۔ اگر تجارت میں نفع ہوتا ہے تو سرمایہ دار کے حصے میں منافع کی کریم یعنی مکھن آتا ہے اور تاجر کے حصے میں مکھن نکلا ہوا منافع آتا ہے' حالانکہ سرمایہ دار آرام سے گھر بیٹھا رہا اور تاجر نے دن رات ایک کیا۔ اگر تجارت میں نقصان ہوتا ہے تو سارا نقصان تاجر کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مزید یہ کہ ''مَرے پر سَو دُرّے'' کے مصداق سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طریقۂ کار میں ایک فریق کے مفادات کو مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے' جو کہ سرمایہ دار ہے' جبکہ دوسرے فریق یعنی تاجر کو کلیتاً حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ صریحاً ناانصافی اور ظلم ہے' اس لیے اللہ نے سود کو حرام کیا ہے۔

ایک تاجر کسی سرمایہ دار سے نفع و نقصان میں شراکت پر تجارتی قرض لیتا ہے۔ اب اگر تجارت میں نفع ہوتا ہے تو دونوں مل کر اسے کھاتے ہیں اور اگر نقصان ہوتا ہے تو دونوں مل کر اس کا بوجھ اٹھاتے ہیں' اس طرح دونوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ طریقۂ کار انصاف اور عدل پر مبنی ہے' اس لیے اللہ نے ''بیع'' کو حلال کیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نفع و نقصان میں شراکت پر قرض دیا گیا تو تاجر غلط نقصان دکھائے گا اور بینک نقصان میں رہیں گے' اس لیے اس مسئلہ کا قابلِ عمل حل یہی ہے کہ قرضہ مقررہ شرح یعنی سود پر دیا جائے۔ لیکن پاکستان میں جس طرح تھوک کے حساب سے قرضے معاف (write off) کیے گئے ہیں اور کیے جا رہے ہیں اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سود پر قرضہ دینا بھی اس مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ ہے۔

شرحِ سود مقرر ہونے کی وجہ سے بینک زیادہ چھان بین نہیں کرتا کہ جس تجارت یا صنعت کے لیے قرض لیا جا رہا ہے اس کے نفع بخش ہونے کے کیا امکانات ہیں۔ محض کاغذی کارروائی پوری کرنے کے لیے ایک feasibility report فائل میں لگا لی جاتی ہے۔ اکثر و بیشتر بینک کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا دیا ہوا تجارتی قرضہ تاجر نے کہاں خرچ کیا ہے۔ یہ وہ بنیادی وجہ ہے جس کی بنا پر قرضوں کے نادہندگان کی فہرست دن بدن طویل ہوتی جا رہی ہے۔

یہی سرمایہ اگر نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر دیا جائے تو منصوبوں کی چھان بین کرنے کے لیے بینک کو اپنا ایک نظام وضع کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ قرضوں کو خرچ کرنے کی نگرانی کرنا بھی بینک کے لیے ضروری ہو جائے گا۔ اس طرح نادہندگان کی تعداد بہت کم ہو گی اور جو بھی قرضے معاف کیے جائیں گے وہ جعلی نہیں ہوں گے۔

ایک یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں لفظ ''رِبٰو'' ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور اس سے مراد وہ اضافہ تھا جو تجارتی قرضوں پر مقررہ شرح سے حاصل کیا جاتا' جبکہ تجارتی لین دین سے حاصل ہونے والے نفع کے لیے ''بیع'' کی اصطلاح مخصوص تھی۔ البتہ نفع و نقصان میں شراکت والے معاہدے بھی شامل تھے' جیسے نبی کریم ﷺ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر بیرونِ ملک جاتے تھے۔

اس حقیقت کا ایک واضح ثبوت عربوں کا یہ قول ہے جو قرآن کریم میں منقول ہے کہ: ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ:۲۷۵) ''یہ کہتے ہیں: بیع بھی تو ربا کی مانند ہے''۔ لیکن مشابہت کے باوجود وہ لوگ ان کے فرق سے بھی واقف تھے' جبھی تو ان کے لیے الگ الگ اصطلاح استعمال کرتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا' بلکہ صرف اپنا فیصلہ سنایا کہ: ''اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے''۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اس مسئلہ کو کس طرح سمجھا اور دیکھا ہے۔

ابنِ عربیؒ نے ''احکام القرآن'' میں فرمایا کہ: ''ربا کے معنی اصل لغت میں زیادتی کے ہیں اور آیت میں اس سے مراد وہ زیادتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی مال نہ ہو (یعنی کوئی شے نہ ہو)' بلکہ محض ادھار اور اس کی میعاد ہو''۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ: ''ربا کی دو قسمیں ہیں: ایک معاملاتِ بیع و شراء کے اندر' دوسرے ادھار کا ربا۔ اور جاہلیت عرب میں (ربا کے نام سے) دوسری قسم ہی رائج اور معروف تھی کہ وہ اپنا مال (یعنی پیسہ) کسی کو معین میعاد کے لیے دیتے تھے اور مخصوص مدت پر اس کا نفع لیتے تھے۔ اگر میعادِ معین پر ادائیگی نہ کر سکا تو میعاد بڑھا دی جاتی تھی بشرطیکہ وہ سود کی رقم بڑھا دے۔ یہی جاہلیت کا ربا تھا جس کو قرآن نے حرام کیا''۔ (منقول از معارف القرآن' ج ۱' ص ۶۶۴)۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر پیسہ ادھار دے کر نفع لیا جائے تو یہ ربا ہے جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے' جبکہ اگر کوئی چیز بیچ کر نفع لیا جائے تو یہ بیع و شراء ہے جسے قرآن

نے حلال قرار دیا ہے۔

سود کے متعلق آیات کے نزول کے وقت صحابہ کرام ؓ کو ''بیع'' اور ''ربا'' میں تمیز کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ انہوں نے ربا کا کاروبار ترک کر دیا' جبکہ بیع کا کاروبار بدستور جاری رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس سے نہیں روکا۔

مفتی محمد شفیع ؒ نے لکھا ہے کہ: ''البتہ نبی کریم ﷺ نے ربا کے مفہوم میں بیع وشراء کی چند صورتوں کو بھی داخل فرمایا جن کو عرب ربا نہ سمجھتے تھے۔ مثلاً چھ چیزوں کی بیع وشراء میں یہ حکم دیا کہ اگر ان کا تبادلہ کیا جائے تو برابر سرابر ہونا چاہیے اور نقد دست بدست ہونا چاہیے۔ اس میں کمی بیشی کی گئی یا ادھار کیا گیا تو یہ بھی ربا ہے۔ یہ چھ چیزیں سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور انگور ہیں''۔ (معارف القرآن' ج ۱' ص ۶۶۵)

مفتی محمد شفیع ؒ نے مزید لکھا ہے کہ: ''اس میں یہ بات قابل غور تھی کہ ان چھ چیزوں کی خصوصیت ہے یا ان کے علاوہ اور بھی چیزیں ان کے حکم میں ہیں؟ اور اگر ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے؟ یہی اشکال حضرت فاروق اعظم ؓ کو پیش آیا جس کی بنا پر فرمایا کہ آیت ربا قرآن کی آخری آیتوں میں ہے' اس کی پوری تفصیلات بیان فرمانے سے پہلے رسول کریم ﷺ کی وفات ہوگئی' اس لیے اب احتیاط لازم ہے' ربا کو تو چھوڑنا ہی ہے' جس صورت میں ربا کا شبہ بھی ہو اُس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے''۔ (معارف القرآن' ج ۱' ص ۶۶۵)

جہاد فی سبیل اللہ

اصل حقیقت' اہمیت ولزوم اور مراحل ومدارج

بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک جامع خطاب

☆صفحات: 72 ☆اشاعت خاص: 40 روپے' اشاعت عام: 15 روپے